Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 4,Vol 4, October-December,2022

شمارہ ۴، جلد ۴، اکتوبر۔دسمبر، ۲۰۲۲

تعمیرِ شخصیت کے اصول و مبادی اور عصر حاضر:
تعلیمات اسلامی کے تناظر میں

Principal foundations of personality development:
A study in Islamic Perspectives

نوید احمد[1]

ڈاکٹر ساجد اقبال شیخ[2]

Keywords:

Personality development models, Islamic injunctions, modern perspectives, new horizons.

Abstract:

From the commencement of humanity onwards there was a dire need of every period to develop the personality according to the requirements of that specific era. In modern times, it is a scientific and well thought area of research and knowledge. Islam as the final testament of God and a complete code of life, represents a complete and comprehensive model of personality development. This paper primarily depicts core Islamic injunctions in this regards and their implications in present age. Applying content analysis method. this paper reflects that scholars from Muslim background and vice versa has elaborated personality development models with proper details as per need, but Islam as a divine wisdom resolves all human problems through its commandments of both theory and practice. The study concludes that by following the Islamic model of personality development, one can strive his best to achieve the success in this world and in the world hereafter in true letter and spirit.

1. پی ایچ ڈی اسکالر یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

2. اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

اسلام میں تعمیرِ شخصیت کا موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اسلام کا بنیادی مخاطب فرد ہے، اور افراد ہی سے قومیں تشکیل پاتی ہیں، چنانچہ قرآنِ کریم اور سیرت نبوی میں اس موضوع کو بڑے اہتمام اور جامعیت سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے مختلف عناوین استعمال ہوئے ہیں، تزکیہ، تربیت، تعمیرِ سیرت، اسوہ وغیرہ تمام الفاظ اسی ایک موضوع کی ترجمانی کرتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کے تمام ادوار میں تعمیرِ شخصیت کا موضوع دلچسپی اور اہمیت کا حامل رہا ہے، اور عہدِ حاضر میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ کافی عرصہ کے انحطاط کے بعد اب بحمد اللہ مسلمان ایک دفعہ پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں مصروف ہیں، اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ اس کے افراد کی تربیت و تعمیر ہی سے ممکن ہے۔

بنی آدم کو اللہ رب العزت نے جو تعظیم و تکریم عطا فرمائی ہے، جس کا ذکر اپنے کلام پاک میں کیا ہے، اس کا تقاضا بھی ہے کہ انسان کی شخصیت کی ایسی تعمیر کی جائے کہ وہ حقیقی معنی میں انسانیت کے مقام پر فائز ہو، و گرنہ کچھ ایسے بھی لوگ پائے جاتے ہیں جو کہلاتے تو انسان ہیں، لیکن ان کی شخصیت کی تعمیر نہ ہونے کی بناء پر قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق وہ چوپاؤں سے بھی کم تر ہیں۔ لہذا ضروری ٹھہرتا ہے کہ ان اصولوں کو جان لیا جائے جن کی بناء پر انسان کی شخصیت رشک ملائک بن جاتی ہے، اور جن کی وجہ سے اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا ہے۔

شخصیت کی تعریف

شخصیت کا لفظ عربی زبان کے لفظ شخص سے ماخوذ ہے، علامہ ابن منظور اپنی مشہور کتاب لسان العرب میں اس کا لغوی معنی لکھتے ہیں: الشخص: سواد الإنسان وغيره تراه من بعيد[3]، یعنی شخص کسی انسان یا کسی اور چیز کے اس ہیئت کو کہا جاتا ہے جو دور سے نظر آتی ہے۔ شخصیۃ میں یاءِ نسبت کی ہے، لہذا اس کا لغوی معنی ہوا کسی شخص کے خصوصی احوال و اوصاف[4]۔ شخصیت کے لیے عربی زبان میں "الذات کا لفظ اور انگریزی میں Personality کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

شخصیت کی اصلاحی تعریف کیا ہو سکتی ہے؟ اس حوالے سے مفکرین کی آراء میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، شیخ عبد الکریم الصالح نے اپنی کتاب تحليل الشخصيات وفن التعامل معها میں لکھا ہے کہ شخصیت کی تقریبا پچاس تعریفات کی گئی ہیں[5]، مبشر نذیر صاحب لکھتے ہیں کہ: علم نفسیات (Psychology) میں شخصیت کا مطالعہ ایک دلچسپ موضوع ہے۔ شخصیت کی ایک جامع و مانع تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔ سادہ الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی انسان کی شخصیت اس کی ظاہری و باطنی اور اکتسابی و غیر اکتسابی خصوصیات (Personality Attributes) کا مجموعہ ہے۔[6]

Philip S. Holzman نے شخصیت کی تعریف کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

---

[3]- ابن منظور، أبو الفضل، جمال الدين، محمد بن مكرم بن على، **لسان العرب**، دار صادر ، بيروت، 1414 هـ، 45/7.

[4]- الرازي، زين الدين، ابو عبد الله محمد بن عبد القادر، **مختار الصحاح**، المكتبة العصرية، بيروت، 1999، ص،89.

[5]- عبد الكريم الصالح، **تحليل الشخصيات وفن التعامل معها**، مكتبة صيد الفوائد، الشبكة العالمية، ،2002ص 210

[6]- محمد مبشر نذیر، **اپنی شخصیت کی تعمیر کیسے کی جائے**، محدث فورم، اگست 2003ء، ص4

The term personality has been defined in many ways, but as a psychological concept two main meanings have evolved. The first pertains to the consistent differences that exist between people: in this sense, the study of personality focuses on classifying and explaining relatively stable human psychological characteristics. The second meaning emphasizes those qualities that make all people alike and that distinguish psychological man from other species; it directs the personality theorist to search for those regularities among all people that define the nature of man as well as the factors that influence the course of lives.(7)

شخصیت کی اصطلاح کو کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، لیکن ایک نفسیاتی تصور کے طور پر اس کے دو اہم معنی نکلے ہیں۔ سب سے پہلے لوگوں کے درمیان موجود مستقل اختلافات سے متعلق ہے: اس لحاظ سے، شخصیت کا مطالعہ نسبتاً مستحکم انسانی نفسیاتی خصوصیات کی درجہ بندی اور وضاحت پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دوسرا مفہوم ان خصوصیات پر زور دیتا ہے جو تمام لوگوں کو یکساں بناتی ہیں اور نفسیاتی انسان کو دوسری نسلوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ شخصیت کے تھیوریسٹ کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے درمیان ان معمولات کو تلاش کرے جو انسان کی فطرت کے ساتھ ساتھ زندگی کے دھارے پر اثر انداز ہونے والے عوامل کی وضاحت کرتے ہیں۔

شخصیت کی ان مختلف تعریفات میں سے سب سے جامع تعریف عبدالکریم الصالح نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

شخصیت ان مختلف خصوصیات اور اوصاف کا مجموعہ ہے جو انسان کی ہستی میں مسلسل موجود ہوتی ہیں، جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں اور اس کے ارد گرد کے ماحول کے ساتھ اس کے تعامل میں جھلکتی ہیں، بشمول لوگوں اور حالات، چاہے اس کی سمجھ اور احساس میں ہو یا اس کے احساسات میں۔ سلوک، برتاؤ اور ظاہری شکل وصورت، اور اس کے علاوہ اقدار، رجحانات، خواہشات، ہنر اور خیالات۔ اور ذاتی تصورات(8)۔

شخصیت کے اجزاء

معروف مغربی ماہر عمرانیات Ion Robertson نے شخصیت کی وضاحت کرتے ہوئے اسے تین اجزاء میں تقسیم کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

The fairly stable patterns of thought, feeling and action that are typical of an individual. Personality thus includes three main elements; the cognitive component of thought, belief, perception, memory and other intellectual capacities; the emotional component of love, hate, envy, sympathy, anger, pride and other feelings; and the behavioral component of skills, apptitudes, competence, and other abilities.(9)

7 -Philip S. Holzman, **Britannica Online Encyclopedia**, personality, Introduction.

8- عبد الكريم الصالح، **تحليل الشخصيات وفن التعامل معها**، ص:4۔

9- Robertson, Ian, **Sociology**, Worth Publishers, 1977, P: 115

سوچ، احساس اور عمل کے کافی مستحکم نمونے جو ایک فرد کے لیے مخصوص ہیں۔ اس طرح شخصیت میں تین اہم عناصر شامل ہیں۔

سوچ، عقیدہ، ادراک، یادداشت اور دیگر فکری صلاحیتوں کا علمی جزو؛ محبت، نفرت، حسد، ہمدردی، غصہ، فخر اور دیگر احساسات کا جذباتی جزو؛ اور مہارتوں، قابلیت، قابلیت، اور دیگر صلاحیتوں کے طرز عمل کا جزو۔

رابرٹسن نے جن اجزاء و عناصر کی نشاندہی کی ہے وہ بہت واضح اور آسان انداز میں شخصیت (Personality) کا تجزیہ کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں اور اکثر مغربی ماہرین عمرانیات کے افکار میں ان اجزائے ترکیبی کے بارے میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔

1۔ ادراکی اجزاء (Cognitive Component) اس میں افکار عقائد ہم وشعور، یادداشت اور دیگر ذہانتی استعداد شامل ہوتی ہے۔

2۔ جذباتی اجزاء (Emotional Component) اس میں محبت، خوف، نفرت، حسد، ہمدردی، غصہ، فخر، مباہات اور اس طرح کے دوسرے جذبات واحساسات شامل ہیں۔

3۔ کرداری اجزاء (Behavioral Component): اس میں مختلف مہارتیں، فطری استعداد اور صلاحیتیں، اہلیت اور اسی طرح کے دوسرے اوصاف شامل ہیں۔

لہذا جب شخصیت سے متعلق بحث کی جائے گی تو ان تمام اجزاء اور ان کے حوالے سے بیان ہونے والے اصول کو بیان کیا جائے گا۔

تعمیر کا معنیٰ و مفہوم

تعمیر کا لفظ عربی کے لفظ عمر سے ماخوذ ہے جس کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی سکونت اور رہائش یا رہنے کے ہوتے ہیں اسی سے عربی میں عمارۃ کا لفظ بھی بنتا ہے یعنی وہ جگہ کہ جہاں رہائش اختیار کی جاسکتی ہو۔ امام ابن منظور فرماتے ہیں: عمرت الخراب أعمره عمارة، فهو عامر أي معمور[10]، یعنی عمّر عمارۃ کا معنی ہے: آباد کرنا، چنانچہ عمرت الخراب کا معنی ہے ویران جگہ کو آباد کرنا۔

تعمیرِ شخصیت

شخصیت کے سیاق میں تعمیر سے یہاں مراد فرد میں ان اوصاف کو پیدا کرنا ہے جن سے اس کی شخصیت پروان چڑھتی ہے، یعنی یہ حسی تعمیر نہیں بلکہ معنوی تعمیر ہے۔

ڈاکٹر مختیار ملغائی کے مطابق شخصیت کے تناظر میں تعمیر اور ترقی دو مختلف اصطلاحات ہی نہیں، بلکہ دو مختلف زاویے ہیں مگر تکمیلِ شخصیت میں دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ تعمیر کو افقی (horizontal) سمت میں رواں سفر تصوّر کیا جاتا ہے، یعنی کہ وقت کے ساتھ انسان اپنے علم، فن و دیگر سماجی اور نفسیاتی پہلوؤں کی تراش خراش کرتے ہوئے تکمیلِ شخصیت کی طرف قدم بڑھاتا جاتا ہے، ایک مقرر وقت پر انسان اس افقی لکیر سے ایک قدم اوپر کی طرف اٹھاتا ہے، یہ عموی (vertical) چھلانگ ہے، اس کا نام ترقی ہے، یعنی کہ ایک خاص سطح پر افقی سفر کرتے ہوئے

---

[10]۔ ابن منظورجمال الدین، لسان العرب، دار صادر ، بیروت، 1414 ھ، ج7، ص45۔

انسان اس قابل ہو پاتا ہے کہ ایک سیڑھی اوپر، عمود، کی طرف قدم اٹھا پائے، اب اس جگہ سے پھر افقی، یعنی تعمیر، کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اور درکار شعوری مہارت کے حاصل ہونے پر ایک اور قدم عمودی سمت میں، یعنی کہ ترقی کی جانب اٹھاتا ہے، مختلف انسانوں میں تعمیر اور ترقی کی منازل کا وقت، بے شمار وجوہات کی بنیاد پر، مختلف واقع ہوا ہے۔[11]

تکمیلِ شخصیت کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہتا ہے، اس بارے محققین میں کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں، عمومی خیال یہی ہے کہ جسمانی اور ذہنی صحت کی تنزلی کے ساتھ ہی شخصیت کی تکمیل کا عمل رک جاتا ہے، اگرچہ اب اس بارے دوسرا نکتہ سامنے آیا ہے کہ چونکہ خوبصورت اور بالغ شخصیت کا جسمانی خوبصورتی یا مضبوط یادداشت پر کلّی انحصار ثابت نہیں، بلکہ گاہے یہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جسمانی طور پر نحیف اور کمزور یادداشت رکھنے والے افراد بھی بہترین شخصیت کے حامل ہو سکتے ہیں، اس لیے بڑھاپا شخصیت کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ شخصیت کی تکمیل میں کردار ادا کرنے والے عوامل کے حوالے سے دو مختلف، بلکہ متضاد آراء، دیکھنے میں آئی ہیں، حالانکہ یہ دونوں آراء اپنے اندر جزوی سچائی لئے ہوئے ہیں۔ پہلی یہ کہ شخصیت بنتی نہیں، بلکہ پیدا ہوتی ہے، یعنی کہ شخصیت کی تکمیل میں بنیادی کردار اندرونی عوامل (جینیاتی و پیدائشی) کا ہے، اس نظریے کی تائید میں عموماً یہ مثال دی جاتی ہے کہ ماحول، کھاد، آب و ہوا جیسی بھی کیوں نہ ہو، کھیرے کے بیج سے کھیرا، گلاب کی قلم سے گلاب اور آم کی گٹھلی سے آم ہی پیدا ہو گا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ پیاز بوئیں اور ٹماٹر کی فصل اٹھائیں، اسی طرح خاندانی جینیات و خون ہی انسان کی مکمل شخصیت کا تعین کرتے ہیں، چاہے انہیں کسی بھی، اچھے یا برے، ماحول میں رکھا جائے، انسان کی ''اصلیت'' ظاہر ہو کر رہے گی۔

دنیا کی تاریخ میں خاندانی انتقالِ اقتدار، نظریۂ خانگی، اور فراعین سے لے کر برطانوی حکمرانوں تک، اپنی ہی نسل، حتیٰ کہ سگے بہن بھائی میں شادی کے رواج کا بنیادی کارن یہی تھا کہ ''شاہی اصیل خون'' کو کسی بھی قسم کی ''ملاوٹ'' سے پاک رکھا جائے تاکہ خاندان کی انفرادیت اور فرد کی خصوصیات حکمرانی میں کوئی کمی نہ آنے پائے، ہندو دھرم کے علاوہ باقی تمام مذاہب نے انسانوں کی اس تقسیم کو پسند نہیں کیا۔ اس نظریۂ شخصیت کے بالکل متضاد رائے، کہ شخصیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ بنتی ہے، بے شمار سنجیدہ حلقوں میں پائی جاتی ہے، دوسرے الفاظ میں بیرونی عوامل (پرورش، تعلیم، محنت سماج، خوراک، آب و ہوا وغیرہ) ہی شخصیت کی تکمیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، ان کے مطابق یہی بیرونی عوامل ہی انسان کی شخصیت کے سنورنے یا بگڑنے میں اہم ترین ہیں، ایسے افراد کے نظریے کی بنیاد عموماً مذہبی اخلاقیات ہیں کہ تمام انسانوں کو خالقِ کائنات نے برابر پیدا کیا، کوئی بھی اونچا یا نیچا نہیں، پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان برابر ہیں، دورانِ پرورش کارفرما عوامل ہی انسان کی خصوصیات کا تعین کرتے ہیں، ایسے افراد کے نزدیک انسانوں کی پیدائشی تفریق پر ایمان گویا کہ عدلِ تخلیق پر انگلی اٹھانے کے مترادف ہے۔

درحقیقت یہ دونوں (اندرونی اور بیرونی) عوامل کسی بھی انسان کی شخصیت کی تکمیل کیلئے ناگزیر ہیں، ان دو میں سے کسی ایک کا انکار بھی حقائق اور روزمرہ مشاہدات سے انکار کے مترادف ہے، جو لوگ اندرونی عوامل کو ہی حرفِ آخر سمجھتے ہیں، وہ اس سوال کا جواب نہ دے پائیں گے کہ اگر جینیاتی طور پر ہر شے پہلے سے طے ہے تو گناہ یا برائی کی سزا، اور اچھائی کی جزا کا حقدار کسے قرار دیا جائے؟ انسان کا اس میں کیا قصور/کمال ہوا؟، اسی طرح وہ

---

[11]۔ڈاکٹر مختیار ملغانی، **شخصیت کی تعمیر و ترقی**، مکالمہ، کراچی، 2019، ص:2۔

دوست بھی مغالطے کا شکار ہیں جو مذہبی اخلاقیات کو بنیاد بناتے ہوئے انسان کی برابری کے علم بردار ہیں، یہ بات اکثر کی نگاہوں سے اوجھل ہے کہ پیدائشی طور پر انسان کی برابری کا مطلب صرف اس کے بنیادی حقوق کے حوالے سے ہے، نہ کہ شخصی خصوصیات کے تعین میں، حق کے اس زہریلے گھونٹ کو پینے کی صلاحیت کتنے افراد میں ہے کہ اکابر صحابہ کے نزدیک، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اپنے تقویٰ اور روحانی مقام کی بدولت سیدنا بلال تو قرار پا سکتے ہیں، مگر انہی سیدنا بلال کو خلافت کی سند پر بٹھانے کی کتنے صحابہ حمایت کر پاتے؟ شاید ایک بھی نہیں، کہ سب جانتے تھے کہ وراثتی خصوصیات (اندرونی عوامل) اتنے کمزور ہیں کہ ان کی شخصیت مذکورہ خصوصیات کی حامل نہ ہونے کی وجہ سے اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ دورِ ملوکیت کی ابتداء سے قبل بھی خلیفہ کے چناؤ میں، خاندان اور وراثتی مزاجِ حکمرانی کو کبھی بھی نظرانداز نہ کیا گیا۔ اندرونی اور بیرونی، دونوں عوامل، کو ملا کر انسان کی شخصیت کا جو ہیولہ بنتا ہے،

اس کیلئے قرآن مجید میں، شَکلَ (ش_ك_ل) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ[12]، اس شکل کو آپ اینٹ بنانے والے اس آلے سے تعبیر کر سکتے ہیں، جس میں کچی مٹی کا گارا ڈالا جاتا ہے، تاکہ یہ کچی مٹی ایک اینٹ کی شکل اختیار کرے، جسے سکھانے کے بعد پکنے کیلئے آگ کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے، انسان کی شخصیت اسی "آلہ اینٹ" سے مشابہہ ہے کہ پیدائشی طور پر انسان کچھ شخصی حدود، خاص جھکاؤ اور جسمانی و شعوری خصوصیات کا حامل ہوتا ہے، کوئی زیادہ اور کوئی کم، مگر یہ صرف ایک ہیولہ ہے، اس ہیولے کو مختلف رنگوں، خوبورتی کے پیکروں، اور تعمیر و ترقی کیلئے محنت، تعلیم و پرورش وغیرہ سے بھرنا انسان کے اختیار میں ہے، اس محدود اور نہ بدلنے والے ہیولے کے اندر رہتے ہوئے انسان اپنے تئیں جتنی محنت کر پائے گا، اپنی شخصیت کو اتنا ہی بلند بنا پائے گا، اس میں شک نہیں کہ کچھ خوش نصیب پیدائشی طور پر اتنے وسیع و بہترین شخصی ہیولے کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں کہ ایسوں پر صرف رشک کیا جا سکتا ہے، ایسے افراد سالوں کا شعوری سفر مہینوں میں طے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، مگر یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کمزور ترین اندرونی عوامل کے حامل افراد نے اپنی محنت سے اپنی شخصیت کو مضبوط بناتے ہوئے وہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ یہ "پیدائشی خوش نصیب" ایسی کامیابیوں کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ انسان کو فطری طور پر دیا گیا ہیولہ، اور اس ہیولے کو پُر کرنے کیلئے دیئے گئے وسائل کی بنیاد پر ہی ہر شخص سے حساب کتاب کا سلسلہ ہوگا، واقعہ یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت اپنی شخصیت میں چھپی استعداد کا ایک تہائی بھی عملی زندگی میں استعمال نہیں کر پاتے کہ ترجیحات کا تعین فیصلہ کن واقع ہوا ہے۔[13]

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ: انسان کی خصوصیات بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو اسے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں، یہ غیر اکتسابی یا فطری صفات کہلاتی ہیں۔ دوسری وہ خصوصیات ہیں جنہیں انسان اپنے اندر یا تو خود پیدا کر سکتا ہے یا پھر اپنی فطری صفات میں کچھ تبدیلیاں پیدا کر کے انہیں حاصل کر سکتا ہے یا پھر یہ اس کے ماحول کی پیداوار ہوتی ہیں۔ یہ اکتسابی صفات کہلاتی ہیں۔ فطری صفات میں ہمارا رنگ، نسل، شکل و

---

[12]- الإسراء17: 84

[13]- عرفان محمود، **شخصیت کی تعمیر**، داستان، اٹک پاکستان، 2021ء، ص:35-38

صورت، جسمانی ساخت، ذہنی صلاحتیں وغیرہ شامل ہیں۔ اکتسابی صفات میں انسان کی علمی سطح، اس کا پیشہ، اس کی فکر وغیرہ شامل ہیں۔ شخصیت کی تعمیر ان دونوں طرز کی صفات کو مناسب حد تک ترقی دینے کا نام ہے۔

تعمیرِ شخصیت کے اسلامی اصول

جب ہم کسی چیز کو اسلامی کہتے ہیں تو اس سے بنیادی طور پر قرآنِ کریم اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہوتی ہے، لہذا تعمیرِ شخصیت کے اسلامی اصولوں کی تلاش کے لیے ہم قرآنِ کریم اور سیرت وسنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں گے۔ یعنی ذیل کی سطور میں ہم پہلے قرآنِ حکیم کی روشنی میں ان اصول وآداب کو دیکھیں گے جن سے اعلی انسانی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے، اور پھر سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں ان اصول کا جائزہ لیں گے۔

تعمیرِ شخصیت کے تین اہم ترین قرآنی اصول

قرآن دین کامل کی ایک نمائندہ کتاب ہے، یہ ایسی کتابِ ہدایت ہے، جو انسانیت کو سب سے سیدھی اور معتبر راہ دکھاتی ہے:

انّ هذا القرآنَ يهدى لِلَّتى هى أقوَمُ[14]

بیشک یہ قرآن سب سے سیدھے اور مضبوط راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔

یہ روشنی کا پیغامبر ہے، یہ ایک مینارۂ نور ہے، جس سے سارا عالم رہتی دنیا تک تاریکی سے نجات پاتا رہے گا۔

قَدْ انزلَ اللهُ اليكم ذكرًا، رسولاً يتلوا عليكم آيت اللهِ مُبَينات لِيخرِجَ الذينَ آمَنوا وعَمِلوا الصلحت من الظلمت الى النور.[15]

اللہ نے تمہارے لیے قرآن نازل کیا، رسول تم پر اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتے ہیں؛ تاکہ ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

یہ ایک نسخۂ کیمیا ہے جو خاک کو کیمیا اور ذرہ کو جوھر بناتا ہے، اس میں بیماروں کے لیے شفا اور صحتمندوں کے لیے سامانِ سکون ہے، یہ خدا کا ایسا قیمتی اور عظیم الشان عطیہ ہے کہ اگر مضبوط اور بلند و بالا پہاڑوں پر اتارا جاتا تو وہ اس کا وزن برداشت نہ کر پاتے اور ہیبت سے ریزہ ریزہ ہو جاتے:

لَو انزلنا هٰذا القرآنَ علٰى جبلٍ لَرَأيتهُ خاشعاً متصدعاً مِنْ خَشيةِ اللهِ[16]

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ لرزہ براندام ہے اور ہیبت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔

14۔ الإسراء17: 9

15۔ الطلاق65: 10-11

16۔ الحشر59: 21

قرآن آج بھی تمام طاقتوں کا سرچشمہ اور ساری مشکلات کا حل ہے، قرآن آج بھی قوموں اور افراد کو بنانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، شخصیتوں کی تعمیر کا نسخہ آج بھی پوری طرح کار گر ہے، قرآن کا دامن اس قسم کے شہ پاروں سے بھرا پڑا ہے، ان میں سے تین اہم ترین اصول ایسے ہیں جو قرآنِ کریم کی ایک مختصر سی سورت ''سورۃ العصر'' میں بیان کیے گئے ہیں، یہ اصول درحقیقت تمام خیر کے کاموں اور شخصیت سازی کے اصولوں کے لیے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں،، یہ تین اصول (1) قوت ایمانی، (2) حسنِ عمل اور (3) موافق ماحول ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم ان میں سے ہر ایک کی مختصر وضاحت پیش کریں گے:

1۔ قوت ایمانی (Faith)

قرآنِ کریم کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری جانتا ہے کہ قرآن نے سب سے زیادہ زور ایمان ویقین پر دیا ہے، کسی فرد یا قوم کی تعمیر میں سب سے بڑا رول اسی قوت ایمانی کا ہے، ایمان کا درجہ فرد یا قوم کی زندگی کے لیے روح کا ہے، یہ شخصیت کو زندگی اور زندگی کو توانائی بخشتا ہے، اس کے بغیر دنیا میں نہ کوئی پنپ سکتا ہے اور نہ ابھر سکتا ہے، شخصیت بنتی ہے اسی بنیاد پر، اس کو ہٹا کر کی جانے والی ہر کوشش فقط خسارہ کا سودا ہے، جس کا نظارہ ہر دور میں چشمِ فلک نے کیا ہے اور جس پر ماہ وسال کی گردشیں گواہ ہیں، قرآنِ کریم نے صدیوں کے اسی تجربہ پر تصدیق کی مہر لگائی ہے:

والعصرِ انَّ الانسانَ لَفِی خُسْر، الاَّ الذینَ آمنوا وعَمِلوا الصالحات وتواصَوا بالحق وتوَاصَوا بالصبر [17]

قسم ہے زمانے کی، بیشک انسان گھاٹے میں ہے سوائے ایمان والوں کے جنھوں نے نیک اعمال کیے، ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی تلقین کی۔

یہ سورت شخصیت سازی کے مسئلے میں سب سے مرکزی حیثیت رکھتی ہے، اس سورۃ کا موضوع ہی انسانیت کی تعمیر اور نفع ونقصان کے معیار کا تعین ہے، قرآن پورے یقین کے ساتھ (اور قرآن کا ہر بیان یقینی ہوتا ہے) اور ہر قسم کے شک وشبہ کی نفی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: جو لوگ ایمان والے نہیں ہیں، وہ گھاٹے میں ہیں، اگرچہ کہ وہ بظاہر نفع میں دکھائی دیں، اور اگر کوئی صاحبِ ایمان گھاٹے میں دکھائی دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اُسے اپنے ایمان پر محنت کرنی چاہیے۔

قرآن اور صاحبِ قرآن نے نزولِ قرآن کے آغاز سے پوری مکی زندگی صرف ایمان کی محنت پر گذاری اور عمل کی جگہ پر نماز اور تلاوت قرآن کے علاوہ کوئی حکم شرعی بندوں کو نہیں دیا گیا، بندوں میں یہ یقین بنایا گیا کہ اصل چیز اللہ کی رضا ہے، ساری محنت اسی لیے کی جانی چاہیے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اس لیے زندگی کے ہر مسئلے میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اللہ کی مرضی کیا ہے؟ اللہ کی مرضی اور اس کا حکم جان لینے کے بعد پھر اپنی کوئی مرضی باقی نہیں رہ جاتی۔

ما كان لموٴمنٍ ولا موٴمنة اذا قضى اللهُ ورسولُه أَمْرًا أن يكونَ لهم الخِيرة. [18]

---

[17]۔ العصر: 103

[18]۔ الاحزاب 33: 36

جب اللہ اور اس کے رسول نے کسی قضیہ میں فیصلہ سنادیا تو پھر کسی مؤمن مرد یا عورت کے لیے اختیار باقی نہیں رہ جاتا۔

ایمان نام ہے دل سے مان لینے کا اور اسلام نام ہے سرِ تسلیم خم کر دینے کا، جس کو قرآن اتباع، اطاعت اور انقیاد وغیرہ اصطلاحات سے ذکر کرتا ہے، قرآن اپنے ماننے والوں کا شروع سے یہ ذہن بناتا ہے کہ رب کے سامنے اپنے کو ہر طرح سرینڈر کر دینا ہی بندگی ہے۔

قرآن نے یہ فکر دی ہے کہ قوتوں کا سرچشمہ رب العالمین ہے، موت وحیات کے تمام مسائل کی ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے، مال واسباب صرف ظاہری ذرائع ہیں، نہ یہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں اور نہ کسی مسئلے کو بنا سکتے ہیں، فیصلے تمام تر احکم الحاکمین کے دربار سے ہوتے ہیں۔

قرآن نے بندہ کا رشتہ پروردگار سے جوڑنے پر زور دیا ہے اور جب بندہ کا تعلق اپنے رب سے ہو جاتا ہے، تو دنیا کے سارے رشتے اس کے زیرِ سایہ چلے آتے ہیں، انسان میں خدااعتمادی سے خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے، انسان کے دل میں اپنے پروردگار کی بنائی ہوئی ایک ایک چیز سے پیار جاگ جاتا ہے، اور تمام وہ اچھی باتیں جو اللہ کو پسند ہیں، وہ ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر ایسے کام سے ڈرتا ہے، جن سے پروردگار ناراض ہوتا ہے، اس طرح انسان فضائل واخلاق کا پیکر، امن ومحبت کا پیامبر اور خداشناشی وخودشناشی کا سنگم بن جاتا ہے، اس کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے، اس کی پیشانی میں خدا کا نور جھلکتا ہے، اس کے پاس بیٹھنے کو جی چاہتا ہے، اس کی باتیں دل میں اترتی چلی جاتی ہیں، اس طرح ایک معیاری اور تعمیر پسند سوسائٹی کی بنیاد پڑتی ہے۔ تو انسان کی شخصیت کی تعمیر میں سب سے بڑا حصہ ایمان ویقین کا ہے، یہ نہ ہو تو ساری چیزیں کھوکھلی ہیں۔

2۔ حسنِ عمل

انسان کی شخصیت کی تعمیر میں دوسرا اہم ترین درجہ عملِ صالح کا ہے، قرآنِ کریم نے سورۂ والعصر میں اس کو دوسرے مقام پر رکھا ہے، جو لوگ آرزوؤں اور خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں اور کام سے زیادہ منصوبے بنانے پر اپنے اوقات صرف کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا میں ان کی تعریف ہو، قرآن ان کو متوجہ کرتا ہے کہ اچھے کاموں کے بغیر دنیا یا آخرت میں کوئی اچھا انسان نہیں بن سکتا، اچھی شخصیت اچھے کاموں سے بنتی ہے، پھر اچھے اعمال کی ایک طویل فہرست ہے، جو قرآن میں بکھری پڑی ہے۔ بطورِ مثال قرآنِ کریم کی صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے:

> ليس البرُ اَن تولّوا وُجوهكم قِبَلَ المشرقِ والمَغْرِبِ ولكنَّ البِرَّ مَنْ آمن بالله واليوم الآخر والملٰئكة والكتٰب والنبيين وأتى المالَ علٰى حُبِّهِ ذوى القربٰى واليتٰمٰى والمساكين وابن السبيل والسائلين وفى الرقاب وأقامَ الصلٰوةَ وأتى الزكوٰةَ والموفونَ بعهدِهم اذا عاهدوا والصٰبرين فى الباساءِ والضراءِ وحينَ البأسِ اولٰئك الذين صدقوا وأولٰئك هم المتقون.[19]

نیکی یہی نہیں ہے کہ اپنا رخ مشرق ومغرب کی جانب کرو؛ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ پر، روزِ آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب اور نبیوں پر ایمان ہو (اور اعمال میں) اور مال سے بے پناہ محبت کے باوجود اس کو اپنے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں،

19۔ البقرة 2: 177

مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے، نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے، مصیبت و تکلیف اور جنگ میں صبر و ثبات کا مظاہرہ کرے، یہی لوگ راست باز اور تقویٰ والے ہیں۔

3۔ موافق ماحول

تیسرا اہم ترین محرّک اچھا ماحول ہے، جس کو قرآن نے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر[20] (اور ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی تلقین کریں) سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ جس سوسائٹی میں حق بات کہی اور سنی جاتی ہو اور جس کی بنیاد محض جذباتیت اور اشتعال کے بجائے صبر و تحمل اور ایک دوسرے کے لیے برداشت کے جذبہ پر ہو، اس سے بہتر سوسائٹی دنیا میں کیا ہو سکتی ہے؟

انسان کی ذہنی تشکیل اور شخصیت کی تعمیر میں ماحول کا بڑا حصہ ہے، انسان کو اگر اچھا ماحول اور موافق گرد و پیش میسر آجائے تو اس کی شخصیت بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کرتی ہے، بہتر ماحول علم و عمل کی کمی کی بھی مکافات کر دیتا ہے، یعنی علم و عمل میں انسان نسبتاً کمتر ہو؛ لیکن اسے موافق ماحول اور اچھی صحبت مل جائے تو علم و عمل کی کمی کے باوجود وہ اپنا مقام بنالیتا ہے، انسان کے آگے بڑھنے کے لیے ماحول سے بڑھ کر کوئی مددگار نہیں ہوتا، علم و عمل کی تمام خوبیوں کے باوجود اگر انسان کو موافق ماحول اور بہتر مواقع میسر نہ ہوں تو اس کی ترقی و تعمیر میں بڑی مشکلات پیش آئیں گی، علم و عمل کو ماحول ہی پروان چڑھاتا ہے، اسی لیے نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں اللہ نے ماحول بنانے پر زور دیا ہے، یہ نماز باجماعت، رمضان کا اجتماعی روزہ، حج کا اجتماع، عید، جمعہ، کسوف، استسقاء وغیرہ کا اجتماع، یہ سب اسی لیے ہے کہ عمومی ماحول میں کوئی بڑا سے بڑا کام بھی آسان ہو جاتا ہے، اس طرح سوسائٹی کے اکثر افراد کو نیک کاموں کی توفیق ہو جائے تو ایک شاندار معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، قرآن کریم نے درج ذیل آیت میں اسی حقیقت کی طرف بلیغ اشارہ کیا ہے:

كنتم خيرَ أمَّةٍ أُخرِجَت للناسِ تأمرون بالمعروف وتنهوْن عَنِ المُنكر.[21]

تم ایک بہتر امت ہو جو اچھائیوں کی تلقین کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔

تعمیرِ شخصیت کے دیگر اصول

ان مذکورہ تین اہم اصولوں کے علاوہ بھی قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ میں تعمیرِ شخصیت کے متعلق کئی اہم ترین اصول و قواعد عطا کیے گئے ہیں، ان اصولوں کو ہم مندرجہ ذیل مختلف انواع اور شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

- عقائدِ اسلامی اور تعمیرِ شخصیت
- تعمیرِ شخصیت بذریعہ عبادات

---

[20]- العصر 113: 3

[21]- آل عمران 3: 110

تعمیرِ شخصیت عقائد اور عبادات کے تناظر میں

انسان کے عقائد، زندگی میں اس کے سب نقطہ نگاہ اور موقف اختیار کرنے کی بنیاد ہیں، اسی لیے عقیدہ انفرادی اور معاشرتی زندگی میں عظیم کردار کا حامل ہے، اسی وجہ سے عقائد، انسان کی اندرونی شخصیت اور وجودی حقیقت کو بناتے ہیں اور یہی عقائد اسے عمل کی طرف لے جاتے ہیں اور اسے راستہ دکھاتے ہیں۔ اسی لیے اسلام ہر چیز سے پہلے عقائد کو صحیح کرنے کا اہتمام کرتا ہے اور حقیقتاً کوئی ایسا مکتب فکر نہیں ملتا جو اسلام سے بڑھ کر عقیدہ کے کردار اور اہمیت پر زور دے۔ اسلام میں "عقیدہ" سب اعمال حتی اچھے اعمال کی چھان بین کا معیار ہے، کیونکہ اچھے اعمال بھی اگر صحیح اور برحق عقیدہ سے جنم نہ لیں تو ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی دیتا ہے۔[22] لہذا تعمیرِ شخصیت کی اولین ضرورت خداوند عالم پر قلبی اعتقاد اور دل سے اس کے وجود کو تسلیم کرنا ہے۔ یعنی انسان اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے کہ یہ عظیم کائنات اور اس میں موجود مخلوقات کا ایک خالق ہے کہ جس نے اس کائنات کو خاص نظم کے ساتھ، مخصوص اہداف کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ مناجات شعبانیہ کا ایک جملہ اسی حقیقت کا عکاس ہے جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ خداوند کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

الٰہی إِنَّ مَنِ انْتَهَجَ بِكَ لَمُسْتَنِيرٌ[23]

"اے پروردگار! جس نے تیرے ذریعے راستہ ڈھونڈا وہ یقیناً ہدایت کی روشنی پا گیا۔"

ہم اگر انسانی تفکرات کو کلی نظر سے دیکھیں تو دو قسم کے لوگ سامنے آتے ہیں۔ ایک وہ جو اس کائنات کو اتفاقی خیال کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی اور خود بخود چل رہی ہے۔ اس کائنات کا کوئی ہدف و مقصد نہیں ہے۔

اور دوسرے وہ کہ جو کائنات کو ایک خاص نظم کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں اس کائنات کے خالق نے اسے ایک مخصوص مقصد کے تحت، بڑے متقن انداز میں بنایا ہے اور یہ کائنات اسی کی مشیت سے چل رہی ہے۔ اگر آپ ان دو قسم کے انسانوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو وہ ایک دوسرے سے مکمل فرق کرتی ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں کا کائناتی تصور جدا جدا ہے۔ اور یوں پھر انسان کی تعریف، اس کی ذمہ داریاں، سماجی روابط اور دیگر موجودات سے متعلق جو تصور ہے وہ بھی جدا ہے۔

ایک کی نظر میں فقط چند روزہ زندگی ہے اور بس۔ ایسے لوگ مشینری کی طرح دن رات دنیاوی لذات کے پیچھے بھاگ دوڑ کرتے رہتے ہیں اور لاشعوری طور پر اپنے آپ کو تھکاتے رہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دن رات کام کرنے سے انہیں سکون نصیب ہو جائے گا حالانکہ یہی کثرت سے محنت ہی ان کے اعصاب کو کمزور بنا دیتی ہے اور یونہی وہ اس دنیا سے سرگرداں ہو کر زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔

---

[22]- البقرة 2: 257

[23]- رضی الدین علی بن طاوس، **الاقبال بالاعمال الحسنة**، تحقیق: جواد قیومی اصفہانی (دفتر تبلیغات اسلامی، قم ایران، طبع اول، ۱۴۱۵ ہجری)، ج 3۔ ص 298

قرآن کریم ایسے لوگوں کی زندگی کو سراب سے تعبیر کرتا ہے، جو ہر وقت پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ جبکہ آخری سانسوں تک پیاسے رہتے ہیں، اور پھر اسی حالت میں خداوند متعال سے ان کی ملاقات ہو جاتی ہے، اور یوں ان کی حساب رسّی کا وقت آن پہنچتا ہے۔[24]

اس کے مقابلے میں دوسری قسم کے لوگ ہیں جو اس ہستی کو ایک خالق کی عطا سمجھتے ہیں، اس عظیم کائنات کو ایک ہی محور کے گرد گھومتا دیکھتے ہیں جس کا نام توحید ہے۔ اس نکتہ نگاہ کے مطابق کائنات کی ہر چیز اللہ تعالی کی حمد و ثناء میں مشغول ہے اور فقط انسان ہی ہے جو اس کائنات سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے باوجود کفران نعمت میں مشغول ہے اور فقط مٹھی بھر لوگ ہیں جو شکر خداوند بجالاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے خداوند بات بھی کرتا ہے اور انہیں یہ بتاتا ہے کہ اے لوگو؛ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں بیہودہ پیدا کیا گیا ہے اور تم اپنے خالق کی طرف نہیں پلٹو گے[25]۔ نہیں یقیناً ایسا نہیں ہے بلکہ ایک دن ضرور تمہیں خالق کی بارگاہ میں لوٹایا جائے گا۔

ایسے انسانوں کی زندگی امید سے مالا مال ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے پاس اللہ کی ذات کا سہارا ہوتا ہے۔ وہ نہ کسی خوف کا شکار ہوتے ہیں نہ حزن و اندوہ ان تک پہنچ پاتا ہے۔ یوں تقویٰ اور خدا خوفی کا لباس زیب تن کر کے بے باک ہو کر اپنے اہداف کی طرف بڑھتے ہیں۔

تعمیرِ شخصیت بذریعہ عبادت

اسلام کا نظامِ عبادات تعمیرِ شخصیت اور کردار سازی کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے، عمدہ اور بہتر انداز میں عبادات کی ادائیگی سے شخصیت نکھر جاتی ہے اور سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ بقولِ جاوید احمد غامدی صاحب:

> خدا کی عبادت اس اعتبار سے تو بلاشبہ انسانی زندگی کا اصل نصب العین ہے کہ سب سے بڑا حق واجب از روے عقل و فطرت اور از روے دین و شریعت انسان پر یہی ہے۔ لیکن یہ حقیقت آپ جیسے اصحاب فکر و نظر سے مخفی نہیں ہو سکتی کہ خدا کی عبادت اس لیے مطلوب نہیں ہے کہ خدا اس کا محتاج ہے، بلکہ اس لیے مطلوب ہے کہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ اسی چیز سے ہماری زندگی کو حقیقی ارتقاء کے لیے وہ سہارا ملتا ہے جس سے ہماری وہ تمام عقلی و روحانی اور تمام علمی و عملی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں جو ہمارے اندر قدرت نے ودیعت کی ہیں۔ اگر یہ سہارا میسر نہ آئے تو اول تو ہماری زندگی کی اصلی صلاحیتیں بالکل سکڑ کے رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ پھیلتی بھی ہیں تو غلط سہارے پکڑ لینے کے سبب سے بالکل غلط سمتوں میں پھیل جاتی ہیں۔ اگر عبادت الٰہی (واضح رہے کہ 'عبادت' کا لفظ میں اس کے حقیقی اور وسیع معنوں میں لے رہا ہوں) اصلی نصب العین کی حیثیت سے پیش نظر رہے تو زندگی اس قسم کی کوتاہیوں اور کج رویوں سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اس پودے کے مانند پروان چڑھتی ہے جس کو زمین اور فضا، دونوں سے بھرپور غذا حاصل ہو رہی ہے۔[26]

---

[24]- النور: 24: 39

[25]- المومنون: 23: 115

[26]- جاوید احمد غامدی، *تفہیم دین*، المورد، لاہور، ص 103-105

انبیاعلیہم السلام تزکیۂ نفوس کی جو خدمت انجام دیتے ہیں، اس میں ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری زندگی کے رخ کو خدا کی طرف سیدھا کرتے ہیں۔اس کو صحیح کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ ہمارے عقائد و نظریات ہر قسم کی کج رویوں اور ضلالتوں سے بالکل محفوظ ہو کر توحید خالص کی چٹان پر اس طرح قائم ہو جائیں کہ فساد علم و نظر کی کوئی آندھی ان کو ان کی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ دوسری یہ کہ ہمارے اعمال و اخلاق جذبات وخواہشات کی اندھی پیروی سے آزاد ہو کر اعلیٰ عقائد و نظریات یا بہ الفاظ دیگر ہمارے اصلی نصب العین (خدا پرستی) سے بالکل ہم آہنگ ہو جائیں۔

اس روشنی میں دیکھیے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آجائے گی کہ انسانی زندگی کے صحیح ارتقا کا انحصار اس امر پر ہے کہ اس کا رخ پوری یک سوئی کے ساتھ خدا کی طرف ہو جائے۔اس نصب العین کے حصول میں عقائد و عبادات، انسان کے سب سے بڑے معاون ہیں اور چونکہ ان میں سے کسی چیز کو بھی اس لیے ضروری نہیں ٹھہرایا گیا ہے کہ خدا کو اس کی ضرورت ہے، اس لیے کہ خدا ہر قسم کی ضرورت سے مستغنی ہے، اس وجہ سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ساری چیزوں سے خود انسان ہی کی ذات کی تکمیل ہوتی ہے اور ان عقائد و عبادات سے وہ اپنے آپ کو ان مکارم اخلاق سے آراستہ کرتا ہے جو اس کو خلق اور خالق، دونوں سے صحیح نسبت بخشنے والے ہوتے ہیں۔

مثلاً نماز کو اگر اس کے صحیح احساس کے ساتھ ادا کیا جائے تو وہ بندہ مومن کی اس شخصیت کی تعمیر کرتی ہے جو اسلام کا مطلوب و مقصود ہے۔ نماز انسان کو سارا دن اپنے خدا سے وابستہ رکھتی ہے، اور مختلف وقفوں کے بعد وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سربسجود ہو جاتا ہے۔ اگر وہ محض رسم ادا نہیں کر رہا اور کسی کو دکھانے کے لیے عبادت کا ڈھونگ نہیں رچا رہا اور پورے شعور سے اللہ کو اپنا رب مان رہا ہے تو بار بار کا تجدید عہد اس کی زندگی میں مثبت اور معنی خیز تبدیلیوں کا سبب ضرور بننا چاہیے۔

روئے زمین پر قیام امن، کردار سازی اور تعمیر شخصیت موجودہ دور کے اہم ترین مسائل میں سے ہیں۔ ہر طرف قانون کی خلاف ورزیوں کے سارے ریکارڈ توڑے جارہے ہیں، انسانی احترام خال خال ہی نظر آتا ہے، دوسروں کی تکلیف کے احساس سے عاری معاشرہ ہمہ وقت کسی نہ کسی ایسے عمل میں مصروف نظر آتا ہے جس سے ایک دوسرے کو کسی نہ کسی سطح پہ تکلیف سے دوچار کیا جائے۔ زندگی کے ہر شعبے میں جھوٹ، دھوکہ دہی، کام چوری، انتہا پسندی، تشدد پسندی، تنگ نظری، بددیانتی جیسی عادات نے بحیثیت مجموعی معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔افراد معاشرہ میں سچائی، ایمانداری، عزت نفس خود اعتمادی کا فقدان نظر آتا ہے۔

انسان کی تعمیر شخصیت میں کئی عناصر حصہ لیتے ہیں۔ جن میں ماں باپ کی نشوونما اور تعلیم و تربیت، گھر اور خاندان کا ماحول، مسجد، معاشرہ، مکتب و مدرسہ، اسکول و کالج اور یونیورسٹی، اساتذہ، یہ سب مل کر انسان کی شخصیت کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ سارے عناصر ایک بچے کی پیدائش سے لے کر بلوغت اور بعد از بلوغت بھی اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے ان عناصر نے تعمیر شخصیت میں مثبت کردار ادا کیا ہو تو بچے کی شخصیت مثبت بنیادوں تعمیر ہو جاتی ہے لیکن بد قسمتی سے اگر ان عناصر نے کوئی خاص کردار ادا نہیں کیا یا غلط کردار کا باعث بنے، تو تعمیر شخصیت غلط بنیادوں پر ہو جاتی ہے۔

حاصل کلام

انسان کو رب کریم نے اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے اور اسی اہم شرف اور فضیلت کی وجہ سے انسان کو رب کریم کا نائب ہونے اور امت وسط کا فرد ہونے کی حثیت سے اقامت دین جیسی اہم ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے اور معاشرے کے اندر ایک داعی کے روشن کردار کو ادا کرنا ہے، اس اعتبار سے سب سے پہلے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو ان اعلی اخلاق اور اوصاف کے ذریعے اپنی شخصیت کو اس طرح تعمیر کرے کہ اس کے کردار اور اعلی اوصاف کی غیر بھی نا صرف تعریف کرے بلکہ عملی گواہی بھی دے۔

اسلام نے انسان کے مختلف جبلی تقاضوں اور طبعی میلانات و رجحانات کو بہت سے مکاتب فکر کی طرح باہم متناقض متخالف اور متصادم قرار نہیں دیا۔ بلکہ انسانی شخصیت کے مختلف داعیات کو ایک دوسرے کا مدد و معاون تسلیم کیا ہے۔ اس اہم حقیقت کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویماحسن تقویم" سے مراد انسانی صلاحیتوں اور داعیات کا خوشگوار ربط باہم ہے۔ اور انسان کی ان صلاحیتوں کی نشاندہی ہے جن کو بروئے کار لا کر وہ بلند سے بلند مدارج تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اسی وجہ سے اسلام نے تعمیر شخصیت پر زور دیا ہے۔

تعمیر شخصیت کے لیے سب سے اہم کردار وہ ایک مربی یا استاد کا ہوتا ہے جیسے کہ نبی اکرم نے معاشرے کے سب سے کمزور اور اخلاقیات سے عاری انسانوں کو تہذیبی اور کردار کے لحاظ سے ایک ایسی معراج تک پہنچا دیا اور ان کی شخصیت کی تعمیر اس انداز میں فرمائی کہ زمین و آسمان ان کی گواہی دیتے ہیں اور آج معاشرے میں خیر کی موجودگی انہیں کا پتا دیتی ہے بالکل اسی طرح آج بھی ضروری ہے کہ انہی خطوط اور طریق تربیت کے مطابق انسانوں کی شخصی تعمیر کی جائے تاکہ معاشرے کو اس کو اصل مشن اور مقصد کے ساتھ جوڑ کر انسان کے مقصد تخلیق سے آگاہی دی جائے اور اقامت دین کے غلبے کے لیے میدان عمل میں اتار کر ایک حقیقی اسلامی معاشرہ تعمیر کیا جا سکے۔

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سخت جدوجہد کا عملی نمونہ ہے۔ محنت شاقہ اور ڈسپلن ہی نے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کو برتر انسان بنایا اور رسول اکرم ﷺ نے ہماری محنت کی سمت اور سانچے کو بھی متعین کر دیا ہے۔ غلط سمت میں دوڑنے والا یقیناً منزل سے دور ہو جاتا ہے اور غلط سانچے میں خود کو ڈھالنے سے شخصیت تباہ ہو جاتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر محض خواہش، علم، غور و فکر، اچھی نیت و ارادے سے انجام نہیں پاتی بلکہ شخصیت معاون عناصر کو عمل کے قالب میں ڈھالنے سے ممکن ہوتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر آرزؤں سے نہیں بلکہ آرزؤں کو حقیقت میں بدلنے سے ہوتی ہے۔